فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہند)

فتاوی یسئلونک

آپ کے مسائل کا شرعی حل

رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

شمارہ 198 | جمعۃ المبارک 27 جمادی الثانی 1444ھ 20 جنوری 2023ء

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- جنازہ اٹھانے پر وضو کرنے کی علت
- ذبح سے قبل جانور کی کھال بیچنے کا حکم
- دواؤں کے ذریعے آنے والے دودھ سے رضاعت کا حکم
- سجدہ سہو رہ جائے تو نماز کا حکم
- کراما کاتبین کے نام

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com
  پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com
  پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

زیر اہتمام: فقہ اکیڈمی کراچی
C-335، بلاک-1، گلستان جوہر، بالمقابل جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان۔

جنازہ اٹھانے پر وضو کرنے کی علت

سوال: ایک حدیث میں ہے:مَنْ حَمَلَ جِنَازَةً فَلْيَتَوَضَّأْ(السنن الكبرى للبيهقي) کہ جس شخص نے جنازہ اٹھایا تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ از راہ کرم یہ رہنمائی فرمادیجیے کہ مذکورہ حدیث میں کس علّت کی بنا پر جنازہ اٹھانے کے بعد وضو کرنے کی تلقین کی گئی ہے، حالاں کہ جنازہ کا اٹھانا تو نواقض وضو میں سے نہیں ہے؟

جواب: جنازے کا اٹھانا نواقض وضو میں سے نہیں ہے حدیث شریف میں جنازہ اٹھانے پر جو وضو کا حکم دیا گیا ہے محدثین نے اس کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں، ایک یہ کہ جو شخص جنازہ اٹھائے اسے چاہیے کہ وہ باوضو ہو تا کہ جنازہ زمین پر رکھتے ہی وہ نماز کے لیے تیار ہو۔ دوسری یہ کہ جو شخص جنازہ اٹھائے وہ دوبارہ وضو کرلے کیونکہ ممکن ہے کہ جنازہ اٹھانے کی وجہ سے ریح خارج ہوگئی ہو اور اس کو معلوم نہ ہوا ہو۔ لیکن بہرصورت یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی۔ لہذا کوئی شخص جنازہ اٹھانے کے بعد وضو تازہ کرلے تو اچھی بات ہے اگر باوضو ہونے کی وجہ سے دوبارہ وضو نہ کرے، بلکہ اسی وضو سے جنازہ پڑھ لے تو اس میں بھی کوئی حرج بھی نہیں۔

« ومن حمله » : أي: الميت يعني مسه أو أراد حمله وهو الأظهر (فليتوضأ) : أي: ليكن على وضوء حال حمله ; ليتهيأ له الصلاة عند وضع الجنازة، ويجوز أن يكون لمجرد الحمل فإنه قربة، وقيل: معناه: ليجدد الوضوء احتياطا ; لأنه ربما خرج منه ريح لشدة دهشته وخوفه من حمل الجنازة وثقل حملها، وهو لا يعلم بذلك، وعلى كل فالأمر هنا للندب اتفاقا.(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٢/ ٤٨٩)

وأما تغميض الميت وغسله وحمل الجنازة وأكل ما مسته النار والكلام الفاحش فليس شيء من ذلك حدثا عند عامة العلماء وقال بعضهم: كل ذلك حدث ورووا في ذلك عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أنه قال «من غمض ميتا فليتوضأ، ومن غسل ميتا فليغتسل، ومن حمل جنازة فليتوضأ» ، وعن عائشة - رضي الله عنها - أنها قالت للمتسابين إن بعض ما أنتما فيه لشر من الحدث فجددا الوضوء، وعن أبي هريرة عن النبي - صلى الله عليه وسلم - أنه قال: «توضئوا مما مسته النار» ، ومنهم من أوجب من لحم الإبل خاصة.وروي «توضئوا من لحوم الإبل، ولا تتوضئوا من لحوم الغنم» (ولنا) ما روينا عن النبي - صلى الله عليه وسلم - أنه قال «إنما علينا الوضوء مما يخرج ليس مما يدخل» وقال ابن عباس - رضي الله عنهما - الوضوء مما يخرج، يعني: الخارج النجس، ولم يوجد، والمعنى في المسألة أن الحدث هو خروج النجس حقيقة، أو ما هو سبب الخروج، ولم يوجد، وإليه أشار ابن عباس - رضي الله عنهما - حين بلغه حديث حمل الجنازة فقال أنتوضأ من مس عيدان يابسة، ولأن هذه الأشياء مما يغلب وجودها فلو جعل شيء من ذلك حدثا لوقع الناس في الحرج، وما رووا أخبار آحاد وردت فيما تعم به البلوى، ويغلب وجوده، ولا يقبل خبر الواحد في مثله، لأنه دليل عدم الثبوت إذ لو ثبت لاشتهر۔(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (١/ ٣٢)

ذبح سے قبل جانور کی کھال بیچنے کا حکم

سوال: کیا ذبح کرنے سے پہلے جانور کی کھال بیچنا جائز ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

جواب: جانور ذبح کرنے سے پہلے جانور کی کھال وغیرہ کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ بیع منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بائع (فروخت کنندہ) مبیع (چیز) خریدار کو دینے پر قدرت رکھتا ہو، جبکہ کھال جانور کے ساتھ تخلیقی طور پر (متصل) پیوست ہے جسے جدا کیے بغیر خریدار کے حوالے نہیں کیا جاسکتا، یعنی فروخت کنندہ مبیع (کھال) دینے پر قادر نہیں۔ لہذا یہ عقد کرنا درست نہیں۔ البتہ بیچنے کا وعدہ کرنا جائز ہے، جب ہمارا جانور ذبح ہوگا ذبح ہونے کے بعد اس کی کھال آپ کے ہاتھ فروخت

ہوگی، یا فلاں تاریخ جو کھالیں ہمارے پاس جمع ہوں گی وہ اس قیمت پر آپ کو فروخت کی جائیں گی، پھر جمع ہونے کے وقت عقد ہوجائے کہ اتنی کھالیں ہیں جو آپ کو اتنی قیمت میں فروخت کی جائے گی۔ تو یہ معاملہ درست ہوجائے گا۔

ولو باع الجلد والكرش قبل الذبح لا يجوز فإن ذبح بعد ذلك ونزع الجلد والكرش وسلم لا ينقلب العقد جائزا كذا في الذخيرة.(الفتاوى الهندية (٣/ ١٢٩) إذا باع جلد الشاة المعينة قبل الذبح لا يجوز، ولو ذبح الشاة وسلخ جلدها وسلمه لا ينقلب المبيع جائزا، وإن كان الجلد عينا موجودة كالجذع في السقف، وكذا بيع كرشها وأكارعها. أجيب: بأن البيع وإن كان موجودا فيه لكنه متصل بغير انفصال خلقة فكان متابعا فكان العجز عن التسليم هناك معنى أصليا لأنه اعتبر عاجزا حكما لما فيه من إفساد شيء غير مستحق بالعقد، وأما العجز فإنه عين مال نفسه، وإنما ثبت الاتصال بينه وبين غيره بعارض فعل العباد والعجز عن التسليم حكمي لما فيه من إفساد لما هو غير مستحق بالعقد، فإذا أقلع والتزم الضرر زال المانع فيجوز.(البناية شرح الهداية (٨/ ١٥١) وشرط المعقود عليه ستة: كونه موجودا مالا متقوما مملوكا في نفسه، وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه، وكونه مقدور التسليم فلم ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم كالحمل واللبن في الضرع والثمر قبل ظهوره وهذا العبد فإذا هو جارية. الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (٤/ ٥٠٥)

دواؤں کے ذریعے آنے والے دودھ سے رضاعت کا حکم

سوال: موجودہ دور میں بے اولادی کے پیش نظر جو لوگ بچے بچیاں گود لیتے ہیں۔ ان کو دواؤں کے ذریعے مصنوعی طریقے سے جو دودھ آتا ہے وہ پلائیں تو کیا مرد اور عورت دونوں کے لیے رضاعت ثابت ہوجائے گی؟

جواب: اگر کوئی بے اولاد جوڑا کسی بچے یا بچی کو گود لے اور دوا یا انجکشن کے ذریعہ خاتون کا دودھ اتر آئے، اور وہ دودھ اس بچے یا بچی کو پلادیا جائے تو اس خاتون سے بچے یا بچی کا رضاعت کا رشتہ ثابت ہوجائے گا اور وہ اس بچے یا بچی کی رضاعی ماں بن جائے گی، البتہ خاتون کے شوہر سے بچے یا بچی رضاعت ثابت نہیں ہوگی، وہ اس بچے یا بچی کا رضاعی باپ نہیں کہلائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر سے رضاعت کا رشتہ ثابت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کا دودھ اُسی شوہر کی وجہ سے ہونے والی ولادت کے بعد اُترا ہو، جبکہ صورت مسئولہ میں دودھ دوا کی وجہ سے آیا ہے، شوہر کی وجہ سے ہونے والی ولادت کے بعد نہیں آیا، بلکہ اگر کسی جوڑے کی اولاد ہو، اور پھر ولادت کے بعد عرصہ گزر جانے کی وجہ سے عورت کا دودھ خشک ہو جائے، اس کے بعد عورت کسی دوا وغیرہ کے ذریعہ دودھ نکال کر کسی بچے بچی کو پلادیں تب بھی اس کے شوہر سے اس بچے یا بچی کی رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

"هو مص الرضيع من ثدي الآدمية في وقت مخصوص، أي وصول اللبن من ثدي المرأة إلى جوف الصغير من فمه أو أنفه في مدة الرضاع". (البحر الرائق، باب الرضاع:٢٣٨/٣)

"لو تزوج امرأة ،ولم تلد منه قط، ونزل لها لبن، وأرضعت ولدا، لا يكون الزوج أبا للولد لأن نسبته إليه بسبب الولادة منه، وإذا انتفت انتفت النسبة ،فكان كلبن البكر، ولهذا لو ولدت للزوج فنزل لها لبن فأرضعت به ثم جف لبنها ثم در فأرضعته صبية فإن لابن زوج المرضعة التزوج بهذه الصبية، ولو كان صبيا كان له التزوج بأولاد هذا الرجل من غير المرضعة، بحر عن الخانية" (الدر المختار مع رد المحتار، باب الرضاع:٣/٢٢١)

"(ويثبت به) أي بالرضاع (وإن قل) (أمومة المرضعة) فاعل يثبت (للرضيع وأبوة زوج مرضعة لبنها منه) أي من ذلك الزوج (له) أي للرضيع، يعني يثبت بالرضاع كون المرضعة أما للرضيع، وكون زوجها أبا له إذا كان لبنها منه حتى إذا لم يكن لبنها منه بأن تزوجت ذات لبن رجلا فأرضعت به صبيا فإنه لا يكون ولدا له من الرضاع" (درر الحكام شرح غرر الاحكام، ما يحرم من الرضاع:١/٣٥٦)

"أن يكون لبن امرأة آدمية۔۔۔فلبن الميتة، والصغيرة التي لم

تطق الوطء، إن قدر أن بها لبناً، يحرِّم؛ لأنه ينبت اللحم، ولأن اللبن لا يموت".(الفقه الاسلامی وادلته، القسم السادس، الباب الثالث، الفصل الثانی الرضاع ۱۰/۷۲۸۳)

سجدہ سہو رہ جائے تو نماز کا حکم

سوال: اگر نماز کے بعد یاد آئے کہ سجدہ سہو نہیں کیا یا شک ہو تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر نماز میں کوئی واجب چھوٹ گیا، آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کیا اور سلام پھیر لیا تو اگر سلام کے بعد نماز کے منافی کوئی کام نہیں کیا مثلاً کسی سے بات نہیں کی اور سینہ قبلہ سے نہیں پھیرا، نہ ہی کچھ کھایا پیا تو یاد آتے ہی دو سجدہ کرے پھر بیٹھ کر التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے تو یہ نماز ہوجائے گی۔ اور اگر نماز کے منافی کوئی کام کرلیا تو یہ نماز واجب الاعادہ ہے، وقت کے اندر اعادہ کرلے، اگر وقت کے اندر اعادہ نہ ہوسکا تو بعد میں بھی اس کا اعادہ واجب رہے گا۔ اور اگر سجدہ سہو رہ جانے کا شک ہو تو غالب گمان پر عمل کرلے اگر غالب گمان سجدہ سہو چھوٹ جانے کا ہو تو اس کا بھی اعادہ کرنا ضروری ہے۔

قوله: «وإعادتها بتركه عمدا» أي ما دام الوقت باقيا وكذا في السهو ان لم يسجد له وإن لم يعدها حتى خرج الوقت تسقط مع النقصان وكراهة التحريم ويكون فاسقا آثما وكذا الحكم في كل صلاة أديت مع كراهة التحريم والمختار أن المعادة لترك واجب نفل جابر والفرض سقط بالأولى لأن الفرض لا يتكرر كما في الدر وغيره ويندب إعادتها لترك السنة (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح (ص: ٢٤٧)

فالحاصل أن من ترك واجبا من واجباتها أو ارتكب مكروها تحريميا لزمه وجوبا أن يعيد في الوقت... وأما على القول بأنها تكون في الوقت وبعده كما قدمناه عن شرح التحرير وشرح البزدوي، فإنها تكون واجبة في الوقت وبعده أيضا على القول بوجوبها... وقد علمت أيضا ترجيح القول بالوجوب، فيكون المرجح وجوب الإعادة في الوقت وبعده... ثم هذا حيث كان النقصان بكراهة تحريم لما في مكروهات الصلاة من فتح القدير أن الحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب اهـ أي تستحب في الوقت وبعده أيضا. (رد المحتار، ٦٤/٢)

کراماً کاتبین کے نام

سوال: کیا کراماً کاتبین کے نام عتید اور رقیب ہیں؟ اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں۔

جواب: کراماً کاتبین کے نام عتید اور رقیب نہیں ہیں یہ دونوں ان فرشتوں کی صفات ہیں، رقیب، یعنی نگہبان، محافظ، اور عتید یعنی موجود، ہر وقت تیار۔

قرآن پاک میں ہے: مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (سورة ق، ۱۸) ترجمہ: ''وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔''۔

اور ''کراماً کاتبین'' بھی فرشتوں کی صفات ہیں یعنی اللہ تعالی کے دربار میں بڑے معزز فرشتے۔ اور قرآنِ پاک میں ان فرشتوں کا نام مذکور نہیں ہے، اور نہ ہی احادیث میں ہمیں ان کے نام مل سکے۔

قرآن وحدیث میں فرشتوں کی بہت ساری اقسام کا ذکر ملتا ہے جن کے ذمہ مختلف قسم کی ذمہ داریاں ہیں، ان ہی فرشتوں میں سے ایک قسم ان فرشتوں کی ہے جن کے ذمے انسان کے اعمال (نیک و بد) لکھ کر محفوظ کرنے کا کام ہے، انہیں ''کراماً کاتبین'' کہا جاتا ہے، یعنی انسانوں کے اعمال لکھ کر محفوظ کرنے والے۔ اور یہ کوئی ایک دو فرشتے نہیں ہیں، بلکہ ہر انسان کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کا کیا نام ہوگا، یہ اللہ ہی کے علم میں ہے۔

ختم شد